ابابیلیں لوٹ آئیں گی

ترنم ریاض

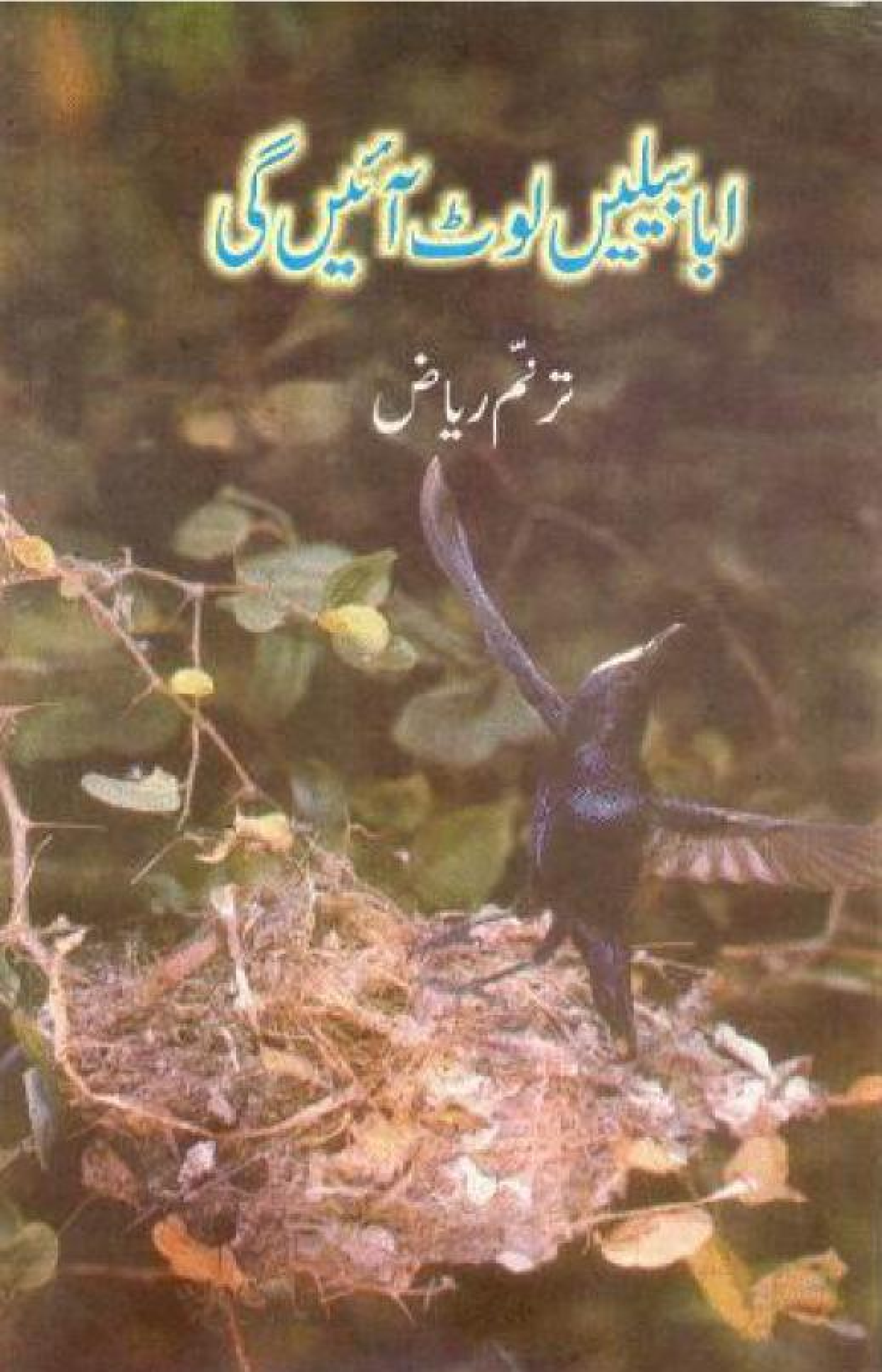

آدھے چاند کا عکس

پھول سا چہرہ اترا دیکھ کر میرا پُر سکون دل دھک سے رہ گیا۔ میں تو انہیں ہمیشہ کی طرح خوش و خرم کھلا کھلا دیکھنا تصور کر رہی تھی۔ پھر یہ چپ سی خاموشی! چہ معنی دارد۔

ابھی کچھ مہینے پہلے ہی کی بات ہے۔ سالگرہ کی ایسی ہی ایک تقریب میں شرکت کر کے لوٹے تھے۔ چہرے سے خوشی کی کرنیں پھوٹ رہی تھی۔ سر پر کاغذ کی لمبی سی تکونی چمکتی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے تھے ہاتھ میں تحفہ کے بدلے میں ملے ہوئے تحفے کا چھوٹا سا پیکٹ۔ گریبان پر کیک کی سوکھی ہوئی کریم۔ نرم نرم بھرے بھرے رخساروں پر مہین مہین سی افشاں جو جنم دن کے کیک کے اوپر لٹک رہے غباروں کے پھوڑنے سے اڑ کر چاروں طرف بکھرتے ہوئے ان کے گالوں سے بھی جا چپکی تھی۔ آنکھوں کے نچلے پپوٹوں سے لگی آنسو کے قطرے کی نصف جسامت کے برابر پسینے کی ننھی سی بوند تھی جو اس بات کی شاہد تھی کہ خوب دھما چوکڑی ہوئی ہے۔ اور مزے لوٹے گئے ہیں۔ ویسے بھی انہیں پسینہ کچھ زیادہ ہی آتا ہے۔

یہ ہیں ہمارے ساڑھے گیارہ سالہ صاحبزادے عاطفؔ۔۔۔ جلد کا رنگ کھلا ہوا گندمی، آنکھوں کی رنگت شہد جیسی، وزن نارمل سے کوئی ۵ کلو زائد، شوق ستاروں اور سیاروں کی کھوج کرنا۔ فی الحال کتابوں اور الیکٹرانک میڈیا سے بعد میں آسمان کا سفر کر کے۔ کسی بھی موضوع پر جدید ترین معلومات سے واقفیت، سکول کوئیز میں ہمیشہ اوّل آنا، کوئی بھی چھپا ہوا کاغذ بغیر پڑھے نہ چھوڑنا۔ سکول بس، گاڑی، بیت الخلا، مسہری، ہر جگہ مطالعہ میں مصروف رہنا یا پھر کمپیوٹر کے اسرار و رموز کا حصّہ بن جانا۔

ان کا چہرہ گول ہے اور ناک ترشی ہوئی، دہانہ چھوٹا سا، دانت موتیوں جیسے، بھرا بھرا نرم نرم سا سراپا، یعنی ساڑھے گیارہ برس کی عمر بھی پانچ، چھ سالہ گل گوتھنے سے کہ بے تحاشا لپٹا لینے کو جی چاہے۔ یعنی پچھلے پانچ چھ برس سے چہرے کی معصومیت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

کہیں بھی جاتے آکر مجھے ایک ایک بات سناتے۔ بھلے سکول میں زپ (Zip) کھلی رہ جانے پر بچوں کے Shame, Shame کہنے کی بات ہی کیوں نہ ہو۔ تقریب سے لوٹتے ہی سنانے لگے کہ عامر کی امّی نے انہیں کتنا پیار کیا۔ اور سب بچے ان ہی کے ساتھ تصویر کھنچوانا چاہتے تھے۔

''آپ سب سے اچھے جو ہو ہیں۔'' میں نے آنکھ سے لپٹی پسینے کی بوند پونچھ کر کہا تھا۔

''سب میں سے کون اچھا لگ رہا تھا۔۔۔ ہمارا شہزادہ ہی نا؟'' میں نے پیار سے کہا۔

''نینا ہی لگ رہی تھی مگر۔'' وہ تحفہ میز پر رکھتے ہوئے بولے اور کچھ سوچنے لگے۔

''مگر کیا۔۔۔'' وہ عیسائی دلہن کے لباس میں پری سی لگ رہی تھی۔

''میں نے بالکنی سے دیکھا تھا اسے'' میری بیٹا نے کہا جو ان سے ڈیڑھ برس بڑی ہے۔

''ہاں لگ تو رہی تھی مگر اس کی ناک موٹی ہے نا، اگر تھوڑی سی پتلی ہوتی، میرا مطلب ہے لمبی ہوتی تو بہت اچھی لگتی۔'' وہ کچھ رُک رُک کر بولے۔

''ایشوریا رائے سی لگتی نا؟ عنابؔ بولی۔

''ہاں ہو سکتا ہے۔مگر ایشوریا رائے کی ناک کچھ چھوٹی ہے۔وہ انڈین کم اور جاپانی زیادہ لگتی ہے۔'' وہ جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے بولے اور میں حیرت زدہ سی انہیں دیکھتی رہ گئی۔ان کے مشاہدے پر حیراں۔۔۔

''ہاں جاپانی گڑیا سی''عتاب نے کہا۔

''اسے تو دنیا کی حسین ترین لڑکی قرار دیا گیا تھا۔۔۔''میں نے بحث سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ۔۔۔ ماماں، مجموعی طور پر تو خوبصورت ہے نا۔جواب بھی اچھے دیئے تھے اسنے ججوں کو۔''وہ صوفے پر بیٹھ کر اپنا تختہ کھولنے لگے۔

''پر مادھوری تو سب سے خوبصورت ہے۔ہے نا عاطف؟''عتاب نے اپنے سوال کی تائید چاہی۔

''اُس کی گردن موٹی ہے۔سائڈ پوز میں بھدی لگتی ہے۔''وہ تختے پر لپٹا کاغذ کھول کر ردی کے ڈبے میں ڈالتا ہوا بولا۔ میں یہ تو جانتی تھی کہ وہ کسی بھی چیز کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو بہترین طریقے سے پرکھ اور پیش کر سکتے ہیں مگر اس انداز کی گفتگو میرے سامنے پہلی بار ہو رہی تھی۔

''اچھا یہ بتایئے۔۔۔وہ جو نینا کی کزن آپ کے جنم دن پر آئی تھی ساکشی۔وہ کیسی ہے؟''میں نے ان کے پاس بیٹھ کر کہا۔

''یہ دیکھئے ماماں۔۔اچھا ہے نا۔''اس نے تختے میں ملا چاکلیٹ سے بھرا ٹفن باکس میری گود میں رکھ کر کہا۔۔۔اور مسکرا کر مجھے دیکھنے لگا میں بھی مسکراتے ہوئے اپنے جواب کا انتظار کرنے لگی کہ اس لڑکی ساکشی کا حلیہ عاطف سے بہت ملتا تھا۔مگر وہ کچھ زیادہ ہی گول مٹول سی تھی ،نقوش تیکھے تیکھے سے بھی تھے۔

''وہ۔۔۔''وہ زور سے ہنسے۔

''وہ۔۔۔وہ موٹی ہے۔۔۔۔ماماں۔۔۔اکثر موٹے لوگ ایک جیسی شکل وصورت کے نظر آتے ہیں۔کیونکہ سارے وجود کو گول گول سا کردیتے ہیں اور چہرہ ایک دم دائرہ ہو جاتا ہے۔جب تک فیس دکھائی نہ دیں،صورت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

وہ ہم دونوں کو چاکلیٹ کا ایک ایک ٹکڑا پیش کرکے اپنا چاکلیٹ سامنے کے دانتوں سے کترنے لگے۔

''موٹے تو جناب بھی اچھے خاصے ہیں۔۔۔''عتاب نے ان کا پیش کردہ چاکلیٹ عجلت سے زبان پر رکھتے ہوئے ناک سکیڑ کر کہا۔

''ہاں میرا وزن ۳۵ کلو ہونا چاہیے اور میں ۴۰ کے قریب ہوں مگر میں نے کب کہا کہ میں Mr. India ہوں۔پھر بھی وزن کم کر رہا ہوں۔میں نے کیک کھانے سے انکار کیا تھا تو نینا کی ممی نے کھلاتے کھلاتے میرے کالر پر بھی مل دیا۔

عاطف نے سنجیدہ سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔اپنے آپ پر عتاب کے فقرے کا اثر انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا اور نہ ہی انہوں نے عتاب سے اپنا چاکلیٹ واپس مانگا۔گو کہ واپس مانگے جانے کے خدشے کے پیش نظر عتاب نے جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی چاکلیٹ منہ کے حوالے کر دیا تھا۔

''اچھا بتاؤ۔۔۔وہ کیسی ہے۔۔۔وہ ہالی ووڈ ایکٹریس۔۔۔جولیا رابرٹس۔۔۔وہ Stepmom والی۔۔۔''عتاب نے پوچھا۔

''وہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔مگر اس کا Mouth (دہانہ) بہت بڑا ہے۔''

وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے لگے پھر پلٹ کر میرے قریب آ گئے۔

''آپ کو پتا ہے ماماں۔۔۔Aliens نہیں ہوتے۔''اس نے اپنے نرم نرم ہاتھ میرے شانوں پر رکھ کر کہا۔

''جی نہیں۔۔۔ایلینز ہوتے ہیں۔۔۔آپ اپنی جنرل نالج (General Knowledge) کسی اور پر جھاڑیے۔''عتاب اسے

میرے قریب دیکھ کر میرے ساتھ لگ کر بولی۔

''نا نج نہیں۔۔۔میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔نہ ہی Aliens ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے Saucershaped جہاز (اڑن تشتریاں) اور اگر کوئی (unidentified Flying Objects (U.F.O ہوں بھی تو ماہرین ابھی disclose نہیں کر رہے۔

''تو پھر وہ کیا تھا جو آسمان میں مسٹر اور مسز ٹرنٹ (Trent) کو تیرتا ہوا نظر آیا تھا۔'' عناب نے ان کے چہرے کے سامنے شہادت کی انگلی نچا کر کہا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی گود میں رکھ دیا۔

''ان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کی ہی ایک Valley میں سائنس دانوں نے ایک بڑی Lab میں کچھ Secret قسم کے آلات اور گول ساخت کے جہاز بنانے کی کوشش کی تھی Stream lined جہازوں کی پھرتی سے ہوا میں اڑ سکیں۔'' وہ میرے شانوں سے ہاتھ ہٹا کر بولے تو میں نے ہاتھ پکڑ کر نرم نرم ہتھیلی کا بوسہ لے لیا۔

''پھر اب کیسے معلوم ہوا'' عناب نے حیرت اور دلچسپی سے پوچھا اور کھڑی ہوگئی۔

''اب انہوں نے خود ہی یہ راز ظاہر کر دیا۔۔۔پچاس برس تک لوگوں کو کنفیوژن (Confusion) میں رکھ کر۔۔۔مگر اب بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لوگ اس بارے میں الگ الگ باتیں بتاتے ہیں۔''

وہ دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولے۔

عاطف خاموش ہوتے تو اپنی عمر کے بھولے سے بچے کی طرح نظر آتے مگر جب بولتے تو اس قدر خود اعتمادی اور معلومات کے ذخیرے کے ساتھ کہ معلوم ہوتا کہ کوئی بالغ آدمی ان کے اندر جا بیٹھا ہے، جسے کائنات کے تقریباً ہر حصے کی معلومات ہے۔ انہیں کبھی میں نے وقت ضائع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نہ ہی اس طرح گم سم سا پایا۔

آج وہ اپنے اسکول کے دوست کی سالگرہ کی محفل سے لوٹے تھے۔ بھاری بھاری سے قدم اٹھاتے ہوئے، آہستہ آہستہ چلتے ہوئے۔ آج انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دروازے کی گھنٹی بھی نہیں بجائی تھی۔

بیپ بیپ۔۔۔بیپ بیپ بیپ۔۔۔بیپ بیپ بیپ۔

بس ایک بار انگلی بٹن پر رکھی۔ میں نے دروازے کی محدب آنکھ سے جھانک کر دروازہ کھول دیا اور باہیں پسار دیں۔ وہ بغیر میرے چہرے کی طرف دیکھے سمٹے سمٹے سے میرے ساتھ لگ گئے۔ دھیرے سے سلام کیا اور سر جھکائے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے میں پریشان سی پیچھے چل دی۔ انہوں نے بے دلی سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیکٹ کو مسہری پر پھینکا اور کچھ سیکنڈ کے لیے مسہری کے کنارے پر بیٹھ کر اس طرح لیٹ گئے کہ ان کے پاؤں فرش پر سے کچھ اوپر اٹھے رہے۔ میں قریب گئی تو چھت کو تک رہے تھے۔

''کیا بات ہے ہمارے شہد رنگ نینوں والے شہزادے کو؟'' میں نے ان کا رخسار الٹے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے پوچھا اور مسہری کے کونے پر ٹک گئی۔

''کچھ نہیں ماماں۔۔۔میں تھک گیا ہوں۔''

انہوں نے سر میرے زانو پر رکھ دیا۔

''کیا بہت کھیلے آج''؟ میں نے بال سہلائے۔

''نہیں تو۔۔۔میں تو آج کھیلا بھی نہیں۔''

''کیوں کسی سے جھگڑا ہو گیا تھا۔''

''نہیں ماماں۔۔۔سونا چاہتا ہوں۔''انہوں نے آنکھیں بند کر لیں تو میں نے ان کے جوتے اتار کر ٹانگیں مسہری پر چڑھا دیں اور بتی گل کر کے دروازہ بند کر دیا۔

گھر کا باہری دروازہ کھلتے بند ہوتے ہوئے اس زور سے چنگھاڑتا تھا کہ ہاتھی بھی شرمندہ ہو جائے۔میرے شوہر جب لوٹے تو میں نے سوچا کہ اس آواز سے عاطف جاگ گئے ہوں گے اور باہر آ جائیں گے۔مگر وہ شاید گہری نیند سو رہے تھے۔

کچھ دیر بعد کھانے کے لیے بلانے گئی تو دیکھا کہ اندھیرے میں آنکھیں کھولے سوچوں میں گم ہیں۔

یہ ایک انہونی سی بات تھی۔میرا ممتا بھرا دل تڑپ اٹھا۔

میں نے ہلکی روشنی والا بلب روشن کیا۔پاس بیٹھ کر نرم نرم ابروؤں پر انگلیاں پھیریں،مکھڑا چوما اور ان کی آنکھوں میں خاموشی کی وجہیں تلاش کرتی مسکرا دی تو وہ جواباً ہونٹ کے ایک کونے کو کان کی طرف خم دے کر جھوٹ موٹ کی مسکراہٹ ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ چہرے پر اداسیوں کے سائے آڑے ترچھے لہرا رہے تھے۔

''چلیے کھانا کھاتے ہیں۔''میں نے سہارا دے کر اٹھایا۔

''پاپا آ گئے۔۔۔؟''انہوں نے چونک کر پوچھا۔

''آپ نے دروازے کی چیخ نہیں سنی۔''میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ اس آواز سے سب سے زیادہ بیزاری کا اظہار عاطف ہی کیا کرتے۔

''آپ نے قبضوں میں تیل ڈلوا دیا ہو گا۔''

''نہیں بیٹا۔۔۔پچھلے ہفتے ڈلوایا تھا۔میں نے سوچا آہستہ آہستہ آواز جاتی رہے گی۔۔۔اب کل ڈلوا دوں گی۔''

وہ ہاتھ منہ دھو کر آئے تو منصور ان کے قریب چلے گئے۔

''جاگ گئے بیٹا آپ''انہوں نے ان کے رخساروں پر ہاتھ رکھے تو یہ ان سے لپٹ گئے قد ان کا بھی خاصہ بڑھ گیا تھا مگر منصور چونکہ کافی طویل قامت تھے اس لیے عاطف ان کے پیٹ میں منہ چھپا کر کچھ لمحے چپ رہے پھر سر اوپر اٹھا کر ان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔

''ہم سوئے نہیں تھے پاپا،بس لیٹے تھے۔''وہ ہونٹوں کو بے بسی سے سکیڑ کر بولے تھے۔

کھانے کے دوران وہ میرے برابر کی نشست پر بیٹھے بار بار سوچوں میں ڈوب جاتے۔کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں۔

منصور سونے کے لیے کمرے میں داخل ہوئے تو عاطف بھی اپنے کمرے میں جانے کے بجائے ان کے پاس مسہری پر جا لیٹے۔میں جب کمرے میں آئی تو انہوں نے اپنی نرم سی ٹانگ اپنے پاپا کے پہلو پر چڑھا رکھی تھی اور بے خبر سو رہے تھے۔منصور آنکھیں بند کیے ان کا سر سہلا رہے تھے۔

''کیا آپ نے کبھی محبت کی ہے؟''صبح کی چائے کے وقت منصور نے اچانک مجھ سے یہ سوال کیا تو میں سٹپٹا گئی کہ منصور تو شادی سے پہلے کی میری محبت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

''جی۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔''میں کھسیانی سی ہو کر بولی تھی۔

''جناب ہم نہیں۔۔۔یہ آپ کے صاحبزادے پوچھ رہے تھے کل۔''انہوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔

''جب رات میرے پاس لیٹے تو کافی وقت میرے چہرے کی طرف چپ چاپ دیکھنے کے بعد انہوں نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا تھا کہ پاپا۔۔۔آپ نے کسی سے پیار کیا ہے کبھی۔۔۔ہم نے جواب دیا کہ آپ سب سے کرتے تو ہیں ہم بہت پیار۔۔۔تو بولے کہ نہیں پاپا یہ نہیں۔۔۔جب آپ میری عمر کے تھے۔۔۔تب۔۔۔تو ہم نے کہا کہ کرتے تھے جینا لولو بریگیڈا سے۔۔۔مگر آپ سے کچھ بڑے تھے ہم۔تو بولے Oh no Papa, Please be serious وہ تو اطالوی اداکارہ تھی۔میں تو سچ مچ کی لڑکی کی بات کر رہا ہوں۔تو ہم نے کہا اچھا یاد کریں گے۔اور صبح آپ کو بتا دیں گے۔اب آپ سو جایئے۔سکول بھی جانا ہے کل آپ تھکے بھی ہوئے ہیں تو کہنے لگے کہ میں تھکا نہیں ہوں۔۔۔اصل میں۔۔۔۔مجھے۔۔۔'' کچھ دیر خاموش ہوئے۔اور پل بھر بعد سو گئے۔منصور ساری بات بتا چکے تو کچھ سوچنے لگے۔

''عجب سوال ہے یہ۔۔۔اس عمر کیلیے۔۔۔پتہ نہیں کیوں پوچھ رہے تھے۔'' وہ مسکراتے ہوئے چائے کی پیالی میں چمچ گھمانے لگے۔

''کچھ کہہ نہیں سکتی۔''میں چپ چاپ چائے کے گھونٹ بھرتی رہی۔اور پتہ نہیں کیا کیا سوچتی رہی۔

الارم کی آواز سے عاطف جب بیدار ہوا کرتے تو ہمارے کمرے میں آکر بوسوں کے لین دین کے بعد اپنے غسل خانے کی طرف روانہ ہوتے۔میں اسی خیال میں تھی کہ یاد آیا کہ وہ ہمارے کمرے میں سوئے ہیں۔

''اٹھیے بیٹا۔۔۔سکول جانا ہے۔''میں نے بال سہلائے تو وہ دوسری طرف کروٹ بدل کر سو گئے۔مگر اگلے ہی پل انہوں نے ایکدم آنکھیں پوری کھول دیں۔کچھ لمحے میری طرف دیکھا پھر ایک ادھوری سی انگڑائی لی اور اٹھ بیٹھے۔میں نے ماتھے کا بوسہ لیا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے کر دونوں آنکھوں میں باری باری جھانکا۔

''نیند پوری نہیں ہوئی۔۔۔شہد یلے نینوں کی۔''

میں جب بھی شہد رنگ کی جگہ شہد یلا کہتی تو وہ ہنس دیتے۔مگر اس وقت وہ مسکرائے بھی نہیں۔

''ہوگئی ماماں۔''انہوں نے میرے ہاتھ اپنے چہرے سے لگ کر کے اپنی گردن میں ڈال دیئے اور میرے شانے پر سر رکھ دیا۔

''تیار ہو جایئے نہ۔۔۔بس مس (Miss) ہو جائے گی۔''میں نے انہیں لپٹا کر کہا۔

کچھ بے دلی سے تیار ہو کر وہ سکول چلے گئے تو میں سنجیدگی سے سوچنے لگی کہ یہ آخر خاموشی جیسی چیز ہے کیا۔سکول سے لوٹ کر وہ دوپہر کے کھانے کے بعد میرے کمرے میں آ گئے۔

''سویئے گا نہیں جان؟''میں نے رخسا تھپتھپا کر پوچھا۔

''آپ کے پاس سوئیں گے۔۔۔''انہوں نے آہستہ سے کہا اور میرے برابر لیٹ گئے۔چھت کو تکتے ہوئے پلکیں جھپکتے رہے۔

''ماماں۔۔۔''انہوں نے پُر اسراری آواز میں پکارا۔

''آپ کو نیند نہیں آ رہی۔۔۔؟ وہ مسلسل چھت کو دیکھتے ہوئے بولے۔

''آپ کو آ رہی ہے بیٹا؟''میں نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں۔۔۔ہاں۔۔۔تھوڑی سی۔۔۔ماماں؟''

''جی میری جان!''

''آپ نے کبھی کسی سے پیار کیا ہے؟''

''میں نے آپ سے کیا ہے نہ۔۔۔بہت سا پیار۔آپ سب کو پیار کرتی ہوں میں۔''میں نے وہی جواب دیا جو مجھے دینا چاہیے

تھا۔

''ہاں وہ۔۔۔وہ تو ہے۔۔۔میں اس پیار کی بات نہیں کر رہا۔۔۔کسی لڑکے سے آپ نے پیار کیا ہے۔''

''ہاں۔۔۔آپ کے پاپا سے۔''

''شادی سے پہلے۔۔۔؟''

''ہاں مگر منگنی ہو جانے کے بعد۔''

''تو تب آپ کتنی بڑی تھیں؟''

یہی کوئی سترہ اٹھارہ برس کی۔''

''مگر میں تو ابھی Eleven plus ہی ہوں'' وہ دھیرے سے بولے۔

''تو؟'' میں نے دل میں بیدار ہونے والے تجسس کو آواز میں ظاہر نہ ہونے دیا۔

''آپ کو کسی سے محبت ہو گئی ہے؟''

''نہیں ماماں۔۔۔پتہ نہیں۔۔۔''

''پتہ کیوں نہیں۔۔۔بتایئے نا۔۔۔ہم تو آپ کی ماں ہے نا۔۔۔''

''مماں پاپا سے کچھ نہیں چھپاتے۔۔۔یاد ہے نہ۔'' میں نے لہجے میں پیار گھول کر کہا۔

''جی۔۔۔یاد ہے۔''

''تو بتایئے نا۔''

''آپ۔۔۔ایک پرومز کیجیے۔'' وہ پلٹ کر میری طرف مڑے۔

''وعدہ۔۔۔'' میں نے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا۔

''آپ کسی سے بھی نہیں کہیں گی نا۔''

''نہیں۔۔۔''

''پاپا سے بھی نہیں۔''

''جی نہیں۔۔۔بالکل نہیں۔ یہ تو ہم ماں بیٹوں کا Secret ہے۔''

میں نے مسکرا کر کہا۔

''ماماں آپ کو پتہ ہے۔۔۔ساحل کی ایک کزن بھی تھی پارٹی میں۔''

ان کے چہرے پر مبہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بس ایک ہی کزن؟''

''نہیں نہیں۔۔۔تھیں تو اور بھی۔۔۔بہت سے دوست بھی تھے۔۔۔مگر اس کی وہ کزن بہت اچھی تھی۔۔۔'' وہ اپنے ناخنوں کو دیکھ کر کہنے لگے۔

''اچھا۔۔۔وہ کیسے۔''

''وہ ہم سب کے ساتھ کھیل رہی تھی۔۔۔باقی لڑکیاں تو۔۔۔

''۔۔۔ماماں۔۔۔؟''انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر پکارا۔

''ماماں۔۔۔یہ لڑکیاں اتنی Stupid کیوں ہوتی ہیں؟''

''نہیں تو بیٹا۔آپ کی باجی کیا بدھو ہیں؟''

''نہیں باجی نہیں۔۔۔یہ لڑکیاں۔۔۔ایسے ظاہر کرتی ہیں جیسے وہ کوئی V I P ہوں اور ہم سب انہیں کسی بات کے لیے Request کرنے والے ہوں۔کسی نے اگر کلاس میں کچھ پوچھ لیا تو Shut up کہہ دیتی ہیں۔۔۔خواہ مخواہ ہی۔جیسے سارے لڑکے بیوقوف ہوں اور وہ بہت برلینٹ Brilliant ہوں۔''وہ ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگے۔

''وہ ابھی چھوٹی ہیں نا۔جب آپ لوگ بڑی جماعتوں میں جائیں گے تو وہ آپ سے Friendly ہو جائیں گی۔۔آپ کے ساتھ پڑھیں گی،آپ سے سوال پوچھیں گی۔۔۔جواب بتائیں گی۔جیسے باقی لڑکے آپ کے دوست ہیں،ویسے ہی وہ بھی بن جائیں گی۔''

''ہماری ٹیچرس بھی لڑکیوں کی بات کا بھروسہ کرتی ہیں۔چاہے وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بولتی ہوں۔۔۔ٹیچرس ان کو آگے کی کرسیوں پر بٹھاتی ہیں۔۔اور ہم کو پیچھے۔''

''وہ بیٹا۔۔قد کی وجہ سے،آپ لمبے ہوں گے نا،اس لیے تاکہ سب کو بورڈ نظر آ۔ئے۔

''نہیں ماماں۔۔۔ڈ[illegible] جب ہوتے ہیں تو سب کو ہائٹ Hieght کے مطابق بٹھاتے ہیں۔[illegible] میم (Madam) ہی ہیں جو۔۔۔''

''یہ تو غلط ہے۔میم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔مگر اس میں لڑکیوں کا کیا قصور۔۔۔آپ کو لڑکیوں کی عزت کرنی چاہیے۔''

''اگر وہ ہمیں Respect دیں گی تو نا؟''

''آپ بھلے ہی Respect ظاہر نہ کریں مگر دل میں ہر ایک کے لیے عزت رکھیں۔''

''لڑکیاں بہت اچھی بھی ہوتی ہیں بیٹا۔۔۔تربیت پر منحصر ہے۔''

''ہاں۔۔۔کوئی تو بہت اچھی ہوتی ہے۔جیسے ساحل کی کزن۔''

''آپ کو وہ بہت اچھی لگتی ہیں۔''

''جی ماماں۔۔۔میں جب سے پارٹی سے آیا ہوں نا۔انہیں کو یاد کرتا ہوں۔۔۔

ان کا ہمارے ساتھ کھیلنا۔۔۔ان کی باتیں۔۔۔ان کا لباس،ان کا Face۔''وہ اداس سے ہو گئے۔

''وہ بہت سندر ہیں؟''

''او۔۔۔ماماں۔۔۔بہت۔۔۔She is a perfect beauty۔

ان کے Face میں ایک بھی چیز Unattractive نہیں ہے۔''

''وہ بھی ساتویں درجے میں پڑھ رہی ہیں؟''میں نے انکی باتوں سے پیدا ہونے والی حیرت کو قابو میں رکھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

''نہیں وہ تو Tenth میں ہیں۔''انہوں نے کچھ ایسے فخر سے کہا کہ ان کی شہد رنگ آنکھیں چمک اٹھیں اور سارے چہرہ پر کوئی لطیف سا جذبہ چھا گیا۔پھر کچھ پل بعد ہی اپنی اداسی کو واپس اوڑھتے ہوئے بولے۔

''آپ نے پیار کیا ہے ماماں۔۔۔شاید۔۔۔پیار میں یاد آتی رہتی ہے نا۔۔۔اور نیند بھی نہیں آتی۔۔۔کھانا کھاتے ہوئے اگر دیدی کی یاد آجاتی ہے تو میری بھوک ایک دم ختم ہو جاتی ہے۔'' وہ آنکھیں بند کر کے کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔

''او۔۔۔اچھا۔۔۔دیدی'' میں نے زیرِ لب کہا۔

اب ساری بات سمجھ میں آئی۔تو میرے شہد رنگ نینوں والے شہزادے کو دیدی سے عشق ہو گیا ہے۔۔اس خیال کے آتے ہی میرا جی، دل کھول کر ہنسنے کو چاہ رہا تھا کہ میں سوچنے لگی کہ حالات کچھ زیادہ ہی سنجیدہ تھے۔عاشق صاحب اپنے ساڑھے گیارہ برس کے ننھے سے دل کو انجانے میں دل کا روگ لگا بیٹھے تھے۔اور فرقت کے تمام تر تقاضوں پر پورے اتر رہے ہیں اور اس سے پیدا شدہ کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔دل میں اس حسینہ کو دیکھنے کا خیال زور پکڑنے لگا۔مگر عاطف کی مسلسل اداسی سے رنجیدہ بھی ہوتی رہی۔

شام کو میں نے منصور کو ساری روداد سنائی تو وہ ہنس دیئے۔مگر پھر میرے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات دیکھ کر سنجیدہ ہو گئے۔اور کچھ سوچنے لگے۔

''اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔بس ایک آدھ دن میں دیدی کو بھول بھال کر نارمل ہو جائیں گے۔'' وہ کھڑکی سے باہر دیکھ کر کہنے لگے۔

''وہ تو ہم سے بھی تیز نکلے۔'' انہوں نے میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو میں بھی مسکرا دی۔حالانکہ ہم دونوں اندر سے کچھ کچھ اداس تھے۔

دو دن تو گذر ہی چکے تھے۔تیسرا اور چوتھا بھی گزر گیا۔

مگر ان کی طبیعت بجھی سی ہی رہی۔میٹھے میٹھے چھوٹے سے لبوں سے طویل آہ نکل جاتی۔ہونٹوں پر پپڑیاں جم جم جاتیں۔چہرے پر پیلاہٹ چھا گئی تھی۔میرے دل کے اندر سے ہوک سی اٹھنے لگی تھی۔شکر ہے عناب اس بارے میں کچھ جانتی نہیں تھیں ورنہ مذاق بن جاتا غریب کا۔مجھے خیال آتا۔

کبھی کبھی میں یہ مسکرا کر سوچتی کہ ہفتہ بھر گذر گیا دیدارِ یار کو مگر اس سچے عاشق کی وارفتگی میں کوئی فرق نہ آیا۔

عاطف آج کل بالکل خاموش ہو گئے تھے۔محبتوں کو رشتوں کے خانوں میں رکھنا وہ کیا جانتے۔بس انہیں سوائے سوچتے رہنے کے اور کچھ سُجھائی نہ دیتا۔ادھر کچھ دنوں سے ان کا دوست ساحل بھی بیمار تھا اور سکول سے مسلسل ناغہ کر رہا تھا۔عاطف اسے فون پر ہوم ورک وغیرہ سے آگاہ کرتے۔پھر بھی کتنی چیزیں رہ جاتیں۔

ایک دوپہر کو جب عاطف سوچتے سوچتے سو گئے تو دروازے کی گھنٹی بجی۔

دروازے میں لگی آتشی آنکھ سے دیکھا تو ایک بڑی سی ناک نظر آئی اور اس کے پیچھے ایک اجنبی لڑکی کا چہرہ دکھائی دیا۔میں نے دروازے کے کنارے پر لگی زنجیر کو چوکھٹ میں پھنسا کر کھلنے دیا کہ مجھے لڑکی ٹھیک سے دکھائی بھی دے اور بات بھی ہو سکے۔اور وہ اندر بھی نہ گھس سکے۔کہ کون جانے بڑے شہر کی ایک لمبی گرم دوپہر میں کون لٹیرا کس روپ میں آ جائے۔لڑکی سر سے پاؤں تک نظر آئی تو اچھے گھر کی معلوم ہوئی۔

''ہائے۔۔۔۔میں ساحل کی دیدی ہوں۔''

تو یہ ہیں دیدی صاحبہ۔میں نے مسکرا کر دروازہ کھول دیا۔

''میں معافی چاہتی ہوں۔بغیر فون کیے آ گئی۔بس کچھ جلدی میں بھی تھی اور ادھر سے میرا ٹیوشن کا جانے کا راستہ بھی تھا۔پھر

Sure بھی نہ تھی کہ وقت ملے گا کہ نہیں۔ میں نے ساحل سے وعدہ تو نہیں کیا تھا۔ مگر کوشش تھی کہ اس کا کام نقل کرا لوں۔"

وہ سراپا مسکراہٹ بنی کچھ شرمندہ سی ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔

"میں نے کچھ غلط کیا" اس نے مجھے بغور اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ آؤ اندر آؤ" میں اس کا شانہ تھام کر مسکرائی۔

وہ ایک ڈھلی ڈھلی سی سمارٹ لڑکی تھی۔ دبلی، دیا سلائی سی، سانولی رنگت۔ آنکھیں گہری کالی۔ بال لمبے لمبے جنہیں اس نے کھلا چھوڑ دیا تھا اور وہ اس کے خاکی رنگ کے لمبے سے ٹاپ کے نچلے کنارے تک آتے تھے۔ اس کے ساتھ اس نے سیاہ ڈینم کی جینز پہن رکھی تھی۔ پیروں میں بغیر ایڑھی کے نوکیلی جوتے تھے۔ جب تک اسنے بات نہیں کی تھی مجھے وہ ایک عام سی نارمل لڑکی نظر آئی مگر جب وہ مسکراتے ہوئے، سوالیہ سی منتظری نظروں سے دیکھتی ہوئی بات کرنے لگی تو اس کی آواز کی کھنک اور مسکراہٹ سے پھول کی طرح کھل جانے والے چہرے نے اس کے پروقار رنگ کے لباس کے ساتھ میل کھا کر اسے ملکوتی حسن بخش دیا۔ اور اس دبلے پتلے خاموش سراپے کے ساتھ اس کی بولتے ہوئے چہرے نے ایک ذہین قسم کا تال میل پیدا کر دیا۔ لیکن اگر چہرے کے نقوش کو جدا جدا دیکھا جاتا تو کسی میں کوئی بات نظر نہیں آتی تھی۔ چہرہ لمبا تھا اور آنکھیں خاصی چھوٹی کہ ٹھوڑی اور آنکھوں کے درمیان اچھا خاصہ فاصلہ ہو جاتا۔ ناک پھیلی ہوئی مگر نوکیلی تھی ہونٹ اتنے باریک کہ اوپری لب ایک حاشیہ سا نظر آتا تھا۔ مگر دانت سچے موتیں کے دانے جیسے نہایت متناسب قطار میں جڑے ہوئے تھے۔

عاطف میاں کو یہ بات بھا گئی تھی خدا جانے۔۔۔

بہرحال مصلحتاً عاطف کو بیدار کیے بغیر میں نے ان کی کاپیوں سے کچھ چیزیں نقل کروا دیں۔ وہ اس کے کمرے میں گئی اور نیند میں ان کا ماتھا چوم کر ایک چاکلیٹ ان کے سرہانے کے پاس رکھ دی۔

عاطف جاگے تو ہم نے بتایا کہ دیدی آئی تھیں اور اپنے بھیا کے لیے چاکلیٹ رکھ گئی ہیں۔ وہ چپ چاپ سنتے رہے۔ چہرے پر کئی رنگ آتے جاتے رہے۔ کچھ دیر خاموش رہے پھر انہوں نے نظر اٹھا کر ایک زخمی سی نگاہ مجھ پر ڈالی۔

"دیدی آئیں اور آپ نے۔۔۔ مجھے جگایا تک نہیں۔" ان کی آنکھیں لبالب بھر آئیں۔

"وہ چلی بھی گئیں۔۔۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔" وہ بلک بلک کر رو پڑے۔

میرے دل میں دکھ کی لہر سی اٹھی۔ "انہوں نے بھی مجھے نہیں جگایا۔۔۔ انہیں مجھ سے بات نہیں کرنی تھی؟" وہ ہچکیاں لیتے ہوئے کہنے لگے۔

میں بے چین ہو اٹھی۔

"کون سی بات بیٹا۔۔۔" میں نے نہایت نرمی سے کہا۔

"وہ تو ساحل کا ہوم ورک لینے آئیں تھیں۔ آپ کی نیند خراب کیے بغیر ہی انہوں نے آپ کے لیے چاکلیٹ رکھا اور چلی گئیں۔" میں نے سینے سے لگا کر نرم نرم گالوں پر ڈھلکتے موٹے موٹے آنسوؤں کو انگلی سے صاف کیا۔

وہ سر جھکا کر چاکلیٹ کو دیکھنے لگے۔ پھر اٹھ کر اسے اپنی میز کی دراز میں رکھ دیا۔ حالانکہ یہ ان کی پسندیدہ چاکلیٹس میں سے ایک تھا۔ اور نیند سے بیدار ہونے پر انہیں بھوک بھی لگی ہو گی۔

میرے اندر بے چارگی سی اتر آئی۔

اس طرح کوئی دس روز گزر گئے۔ اب منصور بھی پریشان ہو گئے تھے کہ ان کی مسکراہٹیں کس طرح واپس لائی جائیں۔

دو روز بعد دسہرے کی چھٹیاں شروع ہو گئیں۔ ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ منصور کا خیال تھا کہ وہاں عاطف کو نارمل ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

دو ایک دن عاطف اِدھر اُدھر ٹہلا کیے۔ تیسرے دن ہمارے بغل والے سویٹ میں ایک اور کنبہ رہنے آیا۔ ان کے ہاں بھی ایک دیدی تھیں۔ کچھ ویسی ہی دبلی پتلی مگر عمر میں بڑی تھیں۔ بی اے کی طالبہ۔ ہوٹل کے باقی کمرے تقریباً خالی تھے اس لیے عاطف اور وہ کچھ کچھ دوست بن گئے۔ دیدی بھی ان کے بھولے مکھ پر کچھ ایسی ریجھ گئیں کہ انہیں اپنے ایک اہم راز سے واقف کر دیا۔ اور انہوں نے بھی رازداری کا حلف ایسا نبھایا کہ صرف مجھے بتا دیا کہ ان کی دیدی کا بوائے فرینڈ آنے والا ہے۔

دیدی مال (Mall) پر بوائے فرینڈ سے ملنے گئیں تو یہ بھی ہمراہ تھے۔ لوٹے تو خاصے پُرسکون تھے اور بیچ بیچ میں کچھ سوچ بھی رہے تھے۔ مگر یہ سوچ ویسی اداسی لیے ہوئے نہیں تھی جو مجھے اُداس کر دیتی۔

دوسری صبح دیدی کو جانا تھا۔ بوائے فرینڈ نے دیدی کے ہاتھ عاطف کے لیے ایک خوبصورت سی کتاب بطور تحفہ بھیجی۔۔۔

اگلے روز ہم بھی چلے آئے۔ عاطف نے گھر پہنچ کر اپنا سامان خود ان پیک (unpack) کیا۔ کمرہ ٹھیک کیا اور میرے پاس آ گئے۔ میں باورچی خانے میں تھی۔ میرا رُخ گیس کے چولہے کی طرف تھا۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے بازو میرے گرد ڈال دیئے اور سر میری پیٹھ سے ٹکا دیا۔

''ماماں'' وہ دھیرے سے بولے۔

''جی میرے بچے۔''

''کیا ساحل کی دیدی۔۔۔'' وہ سنجیدہ سے لہجے میں کچھ کہتے کہتے رکے۔۔۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔

''ساحل کی دیدی کا بھی کوئی بوائے فرینڈ ہو گا۔'' انہوں نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ بڑی ہیں نا۔''

''ہوٹل والی دیدی سے تو تین چار سال چھوٹی ہیں نہ۔''

''مگر آپ سے بھی تین چار سال بڑی ہیں نا۔''

''ہاں۔۔۔ وہ تو ہے۔''

میں ان کی طرف پلٹی۔۔۔ کچھ دو تین پل اِدھر اُدھر دیکھتے رہے پھر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

''میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ اپنے کمرے کی طرف گئے۔

لوٹے تو ان کے ہاتھ میں چاکلیٹ تھا جو انہوں نے چھٹیوں سے پہلے اپنی لکھنے کی میز کی دراز میں سنبھال کر رکھا تھا۔ آدھا توڑ کر میرے منہ میں ڈال دیا اور باقی خود کھانے لگے۔

''شام کا اخبار آیا ہو گا نا'' انہوں نے کہا اور میرا جواب سننے سے پہلے ہی اخبار کی تلاش میں اچھلتے کودتے باہر بالکنی کی طرف گئے تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔